حقیقی مساوات کا حامل اسلام ہی ہے

(مولوی ابو شحمہ خانصاحب بستوی متعلم جماعت ششم مدرسہ رحمانیہ دہلی)

ناظرین والاتمکین اسلام کے زرین اصولوں کے اتھاہ سمندر میں غوطہ لگا کر حقیقی مساوات کے انمول موتیوں کو نکالکر مذہب اسلام کے قدردانوں کے سامنے پیش کرنا میرے جیسے سست بازو کا کام نہیں بہرحال مجھے تو اس درشہوار کا متلاشی ہونا ہی ہے۔ معزز ناظرین میں چاہتا ہوں کہ آپ کو ملت بیضا (اسلام) کی جامعیت کا نظارہ دکھلادوں سب سے پہلے عالم متمدنہ کے قوانین اور ان کے طرز حکومت پر نظر ڈالو ان کے ادیان کا مطالعہ کرو جو صدیوں سے دوسری قوموں کو مسخر کئے ہوئے ہیں اور ان کے دلوں اور دماغوں پر غلامیت کی مہر لگا دیا ہے یہ لوگ وضع قانون کے وقت خاص خاص قوموں اور خاص خاص ملکوں کی خصوصیات کو مدنظر رکھکر حقوق رعایا کی نگہداشت کے لئے قانون پاس کرتے ہیں اس کے بعد مختصراً اسلام کے چند اصولوں کو دیکھو فیصلہ بالکل آسان ہوجائے گا مذہب اسلام کی بہت سی خوبیاں ہیں جن کا استقصا کرنا ناممکن سی بات معلوم ہوتی ہے اسلام ہی وہ مذہب ہے جس نے تہذیب و تمدن کی بنیاد رکھی اور وہ بنیاد خالص انسانیت اور محبت پر مبنی ہے اسلام ہی وہ وحید مذہب ہے جس نے کالے اور گورے کے فرق کو مٹایا اور تبائن و تباعد کی بیخ کنی کی اور تحاسد و تباغض کے استیصال کے درپے ہوا اور اس نے تفاخر و مباہات کو ذلیل قرار دیا بنی آدم کے ہر فرد کو برابر اور مساوی طور پر اخوت اور انسانیت اور حقوق میں شریک ٹھہرایا۔

مساوات کا یہ مطلب نہیں کہ ایک عالم بمقابلہ جاہل یا خائن بمقابلہ امین یا ایک ناشکرا بمقابلہ فرض شناس کے یکساں حیثیت رکھتے ہوں یہ تو اتلاف مراتب و مدارج ہے اس کو کبھی اسلام جائز نہیں رکھتا خود اس پر قرآن شاہد ہے۔ لایستوی الذین یعلمون والذین لایعلمون۔ عالم اور جاہل ایک درجے میں نہیں ہوسکتے فرمان نبوی انزلوا الناس علی منازلھم۔ لوگوں کے فرق مراتب کا لحاظ کیا کرو بلکہ مساوات کے یہ معنی ہیں کہ ادنی اور اعلی دونوں کو قانوناً شرعاً اور اخلاقاً مساوی طور سے حقوق یافتگی اور رائے دہندگی کا حق حاصل ہو مثلاً انگلستان میں آجتک کوئی کمانڈر انچیف ایشیائی قوموں سے نہیں لیا گیا اسلام اس چیز کو کبھی جائز نہیں رکھتا اسامہ بن زید دنیا والوں کی نظروں میں غلام در غلام سمجھے جاتے تھے مگر اسلام میں آکر ان کو وہ منصب عطا ہوا جو ایک آزاد اور معزز کا عہدہ شمار کیا جاتا ہے یعنی مہاجرین اور انصار کی فوجوں کے کمانڈر مقرر ہوتے ہیں یورپین مقننین وضع قانون کے وقت حقوق یافتگی میں کالے اور گورے چمڑوں کا بہت کچھ لحاظ رکھتے ہیں مگر اسلام کے مقنن نے امریکہ اور فرانس کے اعلان حقوق انسانی کے صدیوں قبل یہ آئین بنائے تھے لا فضل لعربی علی عجمی ولا لعجمی علی عربی ولا لاحمر علی اسود ولا لاسود علی احمر کلکم من آدم و آدم من تراب۔ یعنی کسی عرب والے کو کسی عجم والے پر اور نہ کسی عجمی کو عربی پر

نہ گورے کو کالے پر کچھ تفوق حاصل ہے بلکہ ہر شخص آدم کی نسل سے ہے آدمیت میں ایک کو دوسرے پر کوئی وجہ امتیاز نہیں یعنی یہ بات اسلام ایک لندنی کو ایک ہندوستانی پر اس لئے فضیلت د ے کہ اول الذکر شخص اس شخص کا پڑوسی ہے جس نے ا قانون کو بنایا ہے پس مساوات قانونی یا اخلاقی کی اصلی تصویر اسلام ہی کے مرقع میں مل سکتی ہے۔ قانون کے وضع کے وقت کنگ امپرز (شاہی حقوق) کی حفاظت کیلئے عدالت عام قانون کے علاوہ جدید قانون وضع کئے جاتے ہیں قانون اسلام نگاہ میں حاکم او رمحکوم بادشاہ اور رعایا عام اور خاص یکساں ہیں کیا قبل الاسلام یہ بات ممکن تھی ایک بادشاہ اپنی رعایا کے ساتھ عدالت کے ایوانوں میں معمولی آدمی کی طرح حاضر ہو خلیفہ وقت حضرت عمر اور ابی بن کعب رضی اللہ عنہما کا ایک معاملہ جھگڑا ہو معاملہ عدالت تک پہنچایا گیا زید بن ثابت عدالت کے جج تھے جو وقت مدعی اور مدعاعلیہ عدالت میں حاضر ہوئے۔ ا بن ثابت نے سمجھا کہ خلیفہ وقت عدالت میں حاضر ہوا ہے تعظیم کے لئے جگہ خالی کر دی حضرت عمر نے فرمایا زید بن ثابت تمہاری پہلی بے انصافی ہے . . . . یہ کہکر مدعی کے مقابل بیٹھ گئے۔ بنی امیہ کے جاہ و جلال نے جو وقت بنی کے لئے جگہ خالی کی ہے گو اس خلافت میں بھی خصوصیات اسلامی بہت کم باقی رہ گئیں تھیں تاہم جب مدینہ کے قلیوں۔ خلیفہ پر دعویٰ کیا تو خلیفہ کو دار القضا (جج) میں قلیوں کے دوش بدوش کھڑے ہوکر کے مقدمہ کی سماعت کرنی پڑی۔

آج ساری دنیا میں یورپ کی کوئی عدالت ایسی نہیں دکھائی دیتی جہاں بادشاہ اپنی معمولی رعایا کے ساتھ حاضر ہو مقدمہ کی سماعت شروع کرائی ہو۔

ابھی کل کی بات ہے کہ انگلستان میں ایک مدعی کے جواب میں پارلیمنٹ نے یہ اعلان کیا کہ بادشاہ سلامت کسی م کے جواب میں عدالت میں حاضر نہیں ہوسکتے لیکن اگر اسلامی پارلیمنٹ حضرت عمر کو طلب کرتی تو شاید کیا یقیناً مجال انکار نہ ہوتا یو کی پارلیمنٹ نے صاف صاف کہدیا کہ اعلیٰ سے اعلیٰ عدالت بادشاہ کے نام سمن نہیں جاری کر سکتی یہ ہے یورپ کی مساوات یا ادعا مساوات کے بادشاہ کو حضور عدالت سے مستثنیٰ کر دیا گیا۔ کوئی یورپ کی کسی ایسی عدالت کا نشان بتا سکتا ہے جس نے ایک سپاہی کے مجرم لڑکے کی طرح بادشاہ کی لڑکی کے لئے سزا تجویز کی ہو یا سزا دلانے کا قانون پاس کیا ہو آج ہم مدینہ کے مقدس بادشاہ کا یہ اعلان پڑھ رہے ہیں لَوْ اَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ مُحَمَّدٍ سَرَقَتْ لَقَطَعْتُ يَدَهَا " اگر فاطمہ بنت محمد (فداہ ابی و امی جرم کا ارتکاب کرے (عیاذاً باللہ) تو ویسی ہی سزا ہوگی جیسی عام لوگوں کو ہوا کرتی ہے اسلامی قانون میں قریب و بعید خویش اقارب کا کوئی لحاظ نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عن عبادۃ بن الصامت قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اقیموا حدود اللہ علی القریب والبعید ولا تاخذکم فی اللہ لومۃ لائم یعنی خدا کے مقرر کردہ قوا کو قریب اور بعید رشتہ دار و غیر رشتہ دار سب پر یکساں قائم کرو خدا کے معاملات میں ملامت کرنے والوں کی پرواہ نہ کرو۔

جبلہ بن ایہم غسانی ایک عیسائی شاہزادے نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں اسلام قبول کیا تھا ایک روز کعبہ کا طو کر رہا تھا کہ ایک غریب شخص کا پیر اس کی چادر کے گوشہ پر پڑ گیا۔ شاہزادہ کو اپنی دولت و حشمت کا غرور تھا دولت کی زیادتی

گردن کو موٹی کردیتی ہے اس نے غصہ میں آکر اس بیکس کے ایک تھپڑ رسید کیا۔ اس غریب نے جو قانون اسلام کا مطالعہ کرچکا تھا برابر کا جواب دیا۔ جبلہ غصہ سے بیتاب ہوکر حضرت عمرؓ کے پاس شکایت لے گیا آپ نے فرمایا کہ جیسا تو نے کیا ویسا مل گیا۔ اس نے کہا ہمارے ساتھ جب کوئی معمولی رعایا میں گستاخی کرتا ہے تو اس کی سزا قتل مقرر ہے حضرت عمرؓ نے فرمایا بیشک جاہلیت میں ایسا ہی تھا لیکن جب اسلام کے نور نے کفر کے ظلمتکدے کا پردہ چاک کیا تو اس روشنی میں ذلیل اور شریف ادنیٰ اور اعلیٰ دونوں برابر ہوگئے اتنا سنتے ہی اس نے مرتد ہوکر اپنے ملک کی راہ لی حضرت عمرؓ نے اس کے ارتداد کو گوارا کرلیا لیکن اسلام کے زریں قانون کا توڑنا گوارا نہ کیا +

مساوات قانونی کی ایک مثال وحید

قبیلہ بنی مخزوم کی ایک عورت نے چوری کی آپ نے اس کے لئے ہاتھ کاٹنے کی سزا تجویز کی لوگوں نے سمجھا کہ آپ کے پاس سفارش لیجانا چاہیے شاید اس عورت کا ہاتھ کاٹے جانے سے بچ جائے اسامہ بن زید کو جن سے آپ کو بہت محبت تھی چند آدمیوں نے کہا کہ آپ جاکر سفارش کیجئے آپ کی بات آنحضرتؐ ضرور مان لیں گے۔ اسامہ بن زید نے سفارش کی تو آپ طیش میں آگئے سب کو جمع کرکے ایک مبسوط خطبہ دیا اور فرمایا لوگو! آگاہ ہوجاؤ پہلے لوگ جو ہلاک ہوئے تھے اس کی وجہ یہی تھی کہ جب کوئی شریف آدمی ان میں سے کسی جرم کا ارتکاب کرتا تو اس کو معاف کردیتے تھے اور اگر کوئی غریب ماخوذ ہوتا تو اس پر حدود قائم کرتے بخدا اگر فاطمہ بنت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بھی چوری کرتی تو اس کا ہاتھ بھی میں ضرور کاٹ دیتا۔

حقوق اور مال کی مساوات

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا طرز معاشرت عام لوگوں کے ساتھ بالکل مساویانہ تھا حتی کہ بسا اوقات جب آپ کسی دعوت وغیرہ میں شریک ہوئے ہیں تو کام بٹانے میں آپ نے پورا پورا حصہ لیا ہے آپ ہمیشہ لوگوں میں اس طریقہ سے مل جل کر تشریف فرما ہوتے جیسے اس مجلس میں ایک عام ممبر، ہمیشہ آپ یہ کہا کرتے تھے خدایا میں مسکین ہوں مجھکو تو مسکینوں میں زندہ رکھ اور انھیں کے زمرہ میں اٹھا۔ کھاتے وقت اس ہیئت کے ساتھ بیٹھتے جیسے ایک معمولی غلام اور فرماتے ہیں خدا کا غلام ہوں اور ایسے ہی کھانا کھایا کرتا ہوں جس طرح ایک غلام کھاتا ہے ؎

ادہر اللہ سے واصل ادہر مخلوق میں شامل! + مقام اس برزخ کبری میں تھا حرف مشدد کا

آپ کے بعد جب آپ کے جانشینوں کا دور آیا ان کا بھی حال یہی رہا۔ خلفا کو دینی عزت واحترام کے علاوہ حقوق مالی اور انتظامی میں عام لوگوں پر کوئی ترجیح نہ تھی ان کے لئے کوئی حق قانونا پبلک سے زائد نہیں تھا۔ جس طرح آج قانون یو، پی میں گورنر کے خاص حقوق ہیں ان پر مقدمہ نہیں چلایا جاسکتا بلکہ خلیفہ طبقہ عوام کا ایک فرد ہوتا تھا اور زیادہ سے زیادہ ان کو پریسیڈنٹ آف دی پبلک کہا جاسکتا ہے حضرت عمرؓ نے اپنے ایک خطبہ میں فرمایا کہ میں تم میں سے ایک کے برابر ہوں میرا منشا یہ نہیں کہ جو میں کہوں اس کو تم خواہ مخواہ مان لو۔

خلیفہ وقت کے مصارف پر نظر ڈالئے۔ شخصی اور استبدادی حکومت کا سب سے بدترین نظریہ ہے کہ ملک کی ساری دولت ایک فرد پر اس کے تعیش کے لئے قربان کردی جائے جس وقت ملک قحط زدہ ہو افلاس سے تنگ آکر لوگوں نے خودکشی اپنا شعار بنا لیا ہو۔ اللہ کے ہزاروں بندوں کو زندہ رہنے کیلئے بدتر سے بدتر غذا نہ ملتی ہو ایسے وقت میں وہ مزین اور مرصع تخت پر لعل و جواہر کے دانوں سے کھیلتا رہے اسلامی جمہوریت اور مساوات میں حصول عزوجاہ خرچ و مال دولت کے لحاظ سے والی ملک اور عام رعایا کا درجہ یکساں ہے کوئی ممتاز اور فوق العادۃ حصہ ملکی خزانہ سے اس کے تصرف میں نہیں بلکہ خزانہ عام رعایا کی بہبودی کیلئے ہے۔ اگر رعایا بھوکی تو والی بھی بھوکا اور اگر رعایا خوش تو والی بھی خوش۔ یورپ کا دعویٰ ہے کہ وہ مساوات کا معلم ہے۔ ہم اس کو تسلیم کر لیتے ہیں لیکن سوال یہ ہے یہ جو اب تک بادشاہوں کے سروں پر لعل و جواہر چمکتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ جن کی چمک دمک نے مفلوک الحال رعایا کی آنکھوں میں خیرگی پیدا کردی ہے یہ کس کی دولت ہے یہ عظیم الشان محل اور سر بفلک عمارتیں جو بادشاہوں اور پریسیڈنٹوں کیلئے لازمی قرار دی جاتی ہیں اس کی عظمت و کبریائی کی چادر کس کے خون سے رنگی جاتی ہے اسلام کسی انسان کو محض خلیفہ وقت ہونے کی وجہ سے یہ حق نہیں دیتا کہ لاکھوں انسانوں کے سروں پر پھٹی ہوئی ٹوپیاں بھی نہ ہوں مگر اس کا سر ہیروں اور موتیوں سے لیپا جائے اس کے تاج میں کروڑوں روپیہ صرف کیا جائے مدینہ کا وہ مقدس بادشاہ چٹائیوں پر لیٹا تھا اس کے جسم مبارک پر داغ پڑ جاتے تھے اس کے جانشین عین اس وقت میں جبکہ قیصر و کسریٰ کے خزانے بیت المال میں آرہے تھے جھونپڑیوں میں سوتے تھے۔ آج یورپ کے بادشاہوں کی تنخواہوں پر نظر ڈالو جو ملک کا روپیہ ان کی عیش پرستی پر بے دریغ خرچ کیا جا رہا ہے جن کے "جیب خرچ" "ملازموں کی تنخواہوں" "محلات شاہی کی آرائش" وغیرہ وغیرہ متفرقات خرچ کو ملا کر ماہوار ستر لاکھ پچاس ہزار روپیہ تک پہنچ جاتا ہے۔ شہنشاہ جرمنی کا ماہوار خرچ نوے لاکھ روپیہ تک ہو جاتا ہے آئندہ قسط میں ہم انشاء اللہ ان کے خرچوں کی طولانی فہرست پر روشنی ڈالیں گے ان واقعات اور حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے مجھ جیسا اسلامی درسگاہ کا ایک ادنیٰ طالب علم بھی تمام ادیان اور مذاہب کو چیلنج دیسکتا ہے کہ حقیقی مساوات اسلام ہی کی خصوصیات میں سے ہے +

(باقی)

علم اور تصوّف

(۲)

ہاں اب رہ جاتا ہے کہ پھر صوفی کسے کہتے ہیں۔ اس کے متعلق مولانا شبلی علیہ الرحمہ نے لکھا ہے کہ تین چیزیں ہیں۔ شریعت ۔ طریقت ۔ حقیقت ۔ " شریعت ہمچوں شمعیست کہ راہ می نماید چوں در راہ آمدی این رفتن تو طریقت ست وچوں بمقصد رسیدی آں حقیقت ست حاصل آنکہ شریعت ہمچو علم کیمیا آموختن ست از کتاب و طریقت استعمال